ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

موضوع احادیث کے بارے میں مسلکی رجحانات: مختلف مکاتب فکر کا عصری تناظر میں تحقیقی جائزہ

Sectarian Trends about Fabricated Ḥadiths: A Critical Analysis of Different Schools of Thought in the Contemporary Context

Hafiz Muhammad Hasnain Asadi
Lecturer Palm Tree International Collegiate Qasba Gujrat Muzaffargarh Punjab Pakistan
Email: muhammadhasnain5879@gmail.com
Shahina Imran
Associate Prof. Govt Graduate College for Women Sahiwal
Email shahinaimran12@gmail.com
Dr. Allah Ditta (Corresponding Author)
Assistant Professor/HOD Islamic Studies Department FG Degree College (W) Multan Cantt
Email profabughufran475@gmail.com

Abstract

This study undertakes a nuanced examination of fabricated Ḥadiths, putting them within the multifaceted tapestry of sectarian trends in present-day Islamic approach towards the sayings of the Holy Prophet. Hadith is considered the second most important source of Islamic Sharaih accodinf to Muslim scholars. Moreover, Hadith is the authentic source of Quranic exegesis. Some wicked people started to create Hadiths during the era of Rashidah Caliphate. There were different objectives behind this approach and it can be classified in to different categories such as political or tribal prejudices, different religious trends, cultural and social contradictions etc. The greatest uprising of modern-day era is to narrate the Hadiths about virtues in particular and in the chapter of theology in general. The worthless stuff is being described and attributed to the Holy Prophet sallallahu alayhi wa sallam. Moreover, sectarian inclination has added fuel to this trend. This article will expose these trends about unfolding the status of fabricated Hadith.

Keywords: *Sectarian Trends, Fabricated Hadiths, Schools of thought, Present era.*

تمہید

موضوع احادیث کا فتنہ عہد خلافت راشدہ میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ سیاسی مقاصد۔ قبائلی تعصبات، مختلف دینی رجحانات، ثقافتی اور معاشرتی تضادات اصلی تصوف میں عجمی تصوف کے اختلاط اور قصہ گو اصحاب کی وجہ سے مختلف ادوار میں موضوع احادیث گھڑی گئیں اور پروان چڑھیں۔ جس طرح موضوع احادیث کا فتنہ صدر اسلام میں شروع ہو گیا تھا۔ اسی طرح اس فتنہ کی سرکوبی کا عمل بھی صدر اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ چنانچہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسلام میں حدیث نبوی کی حیثیت اور مقام و مرتبہ سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے وہ اس وقت تک کسی بات کو حدیث تسلیم نہیں کرتے تھے۔ جب تک اس کی صحت کی شہادت کم از کم دو گواہ نہیں دیتے تھے کہ انہوں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہے اور صحابہ کرام قرآن حکیم اور حدیث نبوی کی صحت اور حقیقت کو پرکھنے کے لئے یہی معیار اپناتے تھے۔ جو لوگ احادیث وضع کرتے تھے۔ وہ ان کی عوام میں اشاعت کا اہتمام بھی کرتے تھے۔

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اس لیے مسلمان خود ساختہ احادیث کو عقل کی کسوٹی پر پرکھ کر بھی ان کی صحت وسقم کا اندازہ لگا لیا کرتے تھے۔اس لئے ابتداء اسلام میں موضوع احادیث کو جرح وتعدیل کی کتابوں میں ہی بیان کیا جاتا تھا۔ بعد ازاں وضاعین حدیث کی نشان دہی کی جانے لگی اور ان کی تمام مرویات کو یکجا جمع کر کے مسترد کیا جانے لگا۔ تاریخ کتب حدیث کا زمانی اعتبار سے جائزہ لیں تو موضوع احادیث پر مرتب کتب کی معقول تعداد ملتی ہے۔ جن میں سے اکثر مطبوعہ اور بعض مخطوطہ کی شکل میں اسلامی کتب خانوں میں محفوظ ہیں۔ لیکن ان تمام کتب کے مطالعہ سے موضوع احادیث کی حقیقی تعداد سامنے نہیں آتی۔ بلکہ موضوع حدیث پر بھی علمی بحث بھی تشنہ اور نامکمل دکھائی دیتی ہے۔ کیونکہ وضع حدیث کا فتنہ وسیع پیمانے پر طویل عرصہ تک جاری رہا۔ آج کل کے اس دور کا بہت بڑا فتنہ یہ ہے کہ فضائل کے باب میں بالخصوص اور دینیات کے باب میں بالعموم ہر رطب و یابس بیان کیا جارہا ہے، کسی بھی خوبصورت کلام کے شروع میں " قال رسول الله □ " لگا کر اس کو سوشل میڈیا کے ذریعے مشہور کر دیا جاتا ہے، بسا اوقات تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی صحیح یا ضعیف سند تو کجا سرے سے سند ہی نہیں ہوتی اگر ہو بھی تو اس میں کوئی کذاب اور وضاع قسم کا راوی موجود ہوتا ہے جسکی وجہ سے اس روایت کا عند المحدثین موضوع ہونا ثابت ہو چکا ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ حضور رحمت عالم سید المعصومین ﷺ کی طرف گھڑ کر کوئی بات منسوب کرنا حرام، کبیرہ گناہ اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔ اسی گناہ سے عوام الناس کو بچانے اور نبی پاک ﷺ کی طرف منسوب کردہ صحیح فرامین کی پہچان کرانے کے لیے یہ آرٹیکل لکھا گیا ہے۔

موضوع کی لغوی تعریف:

عربی زبان میں موضوع "وضع يضع" سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، اور "وضع" کے کئی معانی ہیں، ہم ان میں سے تین معانی ذکر کرتے ہیں جو محدثین کی اصطلاح (موضوع) کے ساتھ بہت زیادہ مطابقت رکھتے ہیں، اور وہ یہ ہیں:

(1) موضوع کا ایک معنیٰ چپکانا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے: "وضع فلان علی فلان كذا" یعنی فلاں آدمی نے فلاں آدمی پر یہ بات چپکا دی تو اس اعتبار سے موضوع حدیث کو موضوع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسے رسول اللہ ﷺ پر (معاذ اللہ) چپکایا اور اسے آنحضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جبکہ آپ ﷺ اس سے بالکل لاتعلق ہوتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے ابو الخطاب ابن وحیہؒ سے "موضوع" کا یہی معنیٰ ذکر کیا ہے، اور اسی کو سب سے زیادہ موزوں قرار دیا ہے۔[1]

(2) موضوع کا دوسرا معنیٰ گرانا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے: "وضع فلان الشی عن عاتقه" یعنی فلاں آدمی نے ایک چیز کو اپنے کندھے سے گرا دیا، اور چونکہ موضوع حدیث پایۂ اعتبار سے گری ہوتی ہے اس لئے اسے موضوع کہا جاتا ہے۔

(3) موضوع کا تیسرا معنیٰ گھڑنا ہے، مثلاً کہا جاتا ہے: "وضع فلان هذاالكلام" یعنی فلاں آدمی نے اس کلام کو گھڑا، اور موضوع حدیث بھی چونکہ کسی کی طرف سے من گھڑت ہوتی ہے اس لئے اسے موضوع کہا جاتا ہے۔[2]

محدثین کی اصطلاح میں "موضوع" کی تعریف:

احادیثِ موضوعہ میں وہ احادیث بھی شامل ہیں جن میں کسی راوی نے غلطی یا وہم کی بنا پر کوئی لفظ اپنی طرف سے شامل کر دیا ہو، یا جن میں اس سے کوئی اور غلطی سرزد ہوئی ہو، حالانکہ ایسی احادیث کیلئے محدثین کچھ دوسری اصطلاحات استعمال کرتے ہیں، مثلاً مدرج، مقلوب، معلل وغیرہ، اور وہ انہیں اگرچہ ضعیف کی اقسام میں ذکر کرتے ہیں ، تاہم انہیں موضوع احادیث میں شمار نہیں کرتے، اور یہی وجہ ہے کہ بعض اہل علم نے "موضوع" کی تعریف میں تعمد کی شرط ذکر کی ہے:

یعنی راوی نے جان بوجھ کر اسے از خود گھڑا ہو اور اسے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کر دیا ہو۔[3]

رسول اللہ ﷺ پر افتراء کرنے والے شخص کا حکم:

[1] ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، النکت علی ابن الصلاح (بیروت: دار الکتب العلمیہ، بدون سنۃ الطباعۃ) ص 357

[2] ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1413ھ) ج5ص 326

[3] ابن حجر، احمد بن علی بن محمد العسقلانی، نزہتہ النظر فی توضیح نخبتہ الفکر (الدمام: دار ابن الجوزی، 1414ھ) ص 117

نبی پاک ﷺ پر جان بوجھ کر افتراء کرنے والے شخص کے بارے میں ملا علی قاری نے سیوطی سے نقل کیا ہے کہ میں کبائر میں سے کوئی کبیرہ گناہ ایسا نہیں جانتا جس کے مرتکب کو اہل السنہ میں سے کسی نے کافر قرار دیا ہے، سوائے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنے کے، چنانچہ ابو محمد الجوینی جو اصحاب شافعی میں سے ہیں اور امام الحرمین کے والد ہیں کہتے ہیں کہ جو شخص عمداً آنحضور ﷺ پر جھوٹ بولے وہ ایسے کفر کا ارتکاب کرتا ہے جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، اور اُن کے اس موقف میں دیگر کئی علماء نے اُن کی پیروی کی ہے، جن میں ائمہ مالکیہ میں سے ابن المنیر خاص طور پر قابل ذکر ہیں. اور ملا علی قاری اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء در اصل اللہ تعالی پر افتراء ہے، کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى"[4]

اور جب یہ واقعتاً ایسے ہی ہے تو اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا"[5]

اس شخص سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ تعالی پر افتراء کرے۔

جبکہ شیخ عمر الاشقر اس کی توجیہ یوں کرتے ہیں کہ جن علماء نے وضاعین پر کفر کا حکم لگایا ہے، انہوں نے در اصل اس بات کو مد نظر رکھا ہے کہ ان کا یہ فعل ان کے باطن کے کفر پر دلالت کرتا ہے، لہذا ان کا حال اُن لوگوں جیسا ہے جو اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول ﷺ ساتھ استہزاء کرتے ہیں، اور جن کے بارے میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"قُلْ اَبِاللّٰهِ وَ اٰيٰتِهٖ وَ رَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ"[6]

لیکن امام نووی ابو محمد الجوینی کے اس فتوی سے اتفاق نہیں کرتے، اور ان کا کہنا ہے کہ بلاشبہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑنا بہت بڑا اور مہلک گناہ ہے، لیکن اس کا مرتکب کافر نہیں ہوتا، الا یہ کہ وہ اسے حلال سمجھتے ہوئے اس کا ارتکاب کرے، اور مختلف مسالک کے بیشتر علماء کا یہی موقف ہے۔[7]

اس کے علاوہ ملا علی قاری نے محدثین کے کئی ایسے واقعات ذکر کئے ہیں جو وضاعین کے بارے میں ان کے شدید موقف کا پتہ دیتے ہیں، مثلاً امام بخاری کے بارے میں انہوں نے نقل کیا ہے کہ ایک موضوع حدیث (الإیمان لا یزید ولا ینقص) کی پشت پر انہوں نے یوں لکھا کہ جو شخص یہ حدیث بیان کرے وہ سخت سزا اور طویل قید کا مستحق ہے؟۔

روایتِ حدیثِ موضوع کا حکم:

حدیث موضوع کو روایت کرنا ایسے ہی ہے جیسے اسے وضع کرنا ہے، اور ایسا کرنے والے دونوں اشخاص (وضاع اور راوی) اُس وعید کی زد میں آتے ہیں جو رسول اللہ ﷺ نے عمداً وضع حدیث کرنے والے شخص کو سنائی ہے، اور اس سلسلے میں آنحضور ﷺ کا یہ ارشاد بالکل واضح ہے۔

جو شخص مجھ سے وہ حدیث روایت کرے جس کے بارے میں اسے معلوم ہو کہ یہ جھوٹی ہے، تو وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔[8]

یہی وجہ ہے کہ محدثین کرام نے روایت حدیث موضوع کو بالا جماع حرام قرار دیا ہے، خواہ وہ حدیث احکام و مسائل میں ہو یا ترغیب و ترہیب میں ہو، چنانچہ الخطیب البغدادی فرماتے ہیں:

---

[4] القرآن، النجم 4:53

[5] القاری، علی بن محمد بن سلطان، الاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ (بیروت: دار لکتب العلمیۃ 1405ھ) ص 28-29

[6] الاشقر، عمر سلیمان، الوضع فی الحدیث النبوی (عمان: دار النفائس 1424ھ) ص 43-44

[7] نووی، ابو زکریا یحیٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم (بیروت: دار الفکر، 1415ھ) ج 1 ص 67

[8] القشیری، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم (الریاض: بیت الافکار الدولیۃ، س، ن) مقدمہ باب وجوب الروایۃ عن الثقات وترک الکذابین، ص 43

"محدث پر واجب ہے کہ وہ من گھڑت، باطل اور موضوع احادیث میں سے کوئی حدیث روایت نہ کرے، اور جو شخص ایسا کرے وہ واضح گناہ کا مرتکب ہے، اور کذابین کے گروہ میں داخل ہے"۔[9]

حدیثِ موضوع کی اقسام:

حدیثِ موضوع کی اس کے مصدر و منبع کے اعتبار سے تین انواع ہیں، اس لئے کہ اس کا مصدر یا تو خود اس کا وضاع ہوتا ہے، یا وہ کسی اور کا کلام ہوتا ہے، یا راوی اپنے وہم کی بناء پر اسے رسول اللہ ﷺ کا کلام تصور کر لیتا ہے۔

ابن الملقن فرماتے ہیں:

"بسا اوقات ایک وضاع اپنے ہی کلام کو حدیث بنا کر پیش کرتا ہے، یا بعض حکماء یا کسی اور کے کلام کو حدیث بنا دیتا ہے، اور بسا اوقات ایک راوی غلطی کی بناء پر بغیر قصد کے شبہ وضع میں واقع ہو جاتا ہے"[10]

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

"حدیث بعض اوقات کسی وضع کرنے والے کی اپنی اختراع ہوتی ہے، اور بعض اوقات وہ کسی اور کا کام لے لیتا ہے، مثلاً سلف صالحین، یا قدیم حکماء وغیرہ، یا وہ اسے اسرائیلی روایات میں سے لے لیتا ہے، یا کوئی ضعیف الاسناد حدیث لے کر اس کیلئے ایک صحیح سند خود وضع کر لیتا ہے تاکہ وہ مروج ہو جائے".[11]

موضوع روایات کی پہچان کی علامات:

موضوع روایت کی پہچان کی علامات کے سلسلے میں حافظ ابن الصلاحؒ (۶۴۳ھ) کچھ علامات کا ذکر فرماتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

"موضوع حدیث اس طرح پہچانی جاتی ہے کہ اس کا واضع خود اقرار کر لے یا اقرار کے قائم مقام کوئی چیز ظاہر ہو اور کبھی اہل علم راوی اور مروی (یعنی متنِ حدیث) کی حالت کے قرینے سے بھی موضوع حدیث کی معرفت حاصل کر لیتے ہیں"[12]

ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

"موضوع حدیثوں میں ایک خاص قسم کی تاریکی، سطحیت اور بے تکا پن پایا جاتا ہے، جو اس کے جعلی ہونے کو پکار پکار کر کہتا ہے"

لیکن یہ بات یاد رہے کہ متنِ حدیث کو دیکھ کو کسی روایت کے موضوع ہونے کا حکم لگانا ہر کس و ناکس کا کام نہیں، بلکہ یہ صرف اسی فنِ حدیث کے ماہر کا کام ہے، جو سننِ صحیحہ کی معرفت میں انتہائی پختہ ہو، سنن و آثار اور سیرتِ رسول کی معرفت میں اسے ملکہ حاصل ہو، اسے علم ہو کہ رسول ﷺ کس چیز کا حکم دیتے ہیں اور کس سے روکتے ہیں، کس کی ترغیب دیتے ہیں اور کس سے ڈراتے ہیں، کسے پسند کرتے ہیں اور کسے ناپسند کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ حدیث کے ذریعے وضعِ حدیث کا حکم لگانا صرف اس کا کام ہے جو نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال میں تتبع کرنے اور ان میں سے صحیح کو غیر صحیح سے ممتاز کرنے کا حریص ہو۔[13]

وضعِ حدیث کے انتشار کے اسباب:

وہ اسباب و عوامل جن کی بناء پر وضع حدیث جیسا فعل قبیح منتشر اور رواج پذیر ہوا، اور اس کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا، انہیں ہم چار حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

1۔ تعصب ۔۔۔۔ ۲۔ قصہ گوئی

---

[9] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن، فتح المغیث (بیروت: دار الکتب العلمیۃ 1421ھ) ج1 ص275

[10] ابن الملقن، سراج الدین، عمر بن علی بن احمد، المقنع فی علوم الحدیث (الاحساء، دار فواز للنشر، 1413ھ) ج1 ص239 -240

[11] ابن حجر، نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر، ص121

[12] ابن الصلاح، علوم الحدیث مع شرحہ التقیید والایضاح، ص25

[13] ابن قیم، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، ص44

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

٣۔ترغیب وترہیب ٤۔دنیاوی اغراض ومقاصد

پہلا سبب: تعصب

اسلامی معاشرے میں جیسے ہی سیاسی و مذہبی اختلافات رونما ہوئے، اور مسلمانوں کے مابین کئی جنگیں بھی واقع ہوئیں، تو اس کے نتیجہ میں ان کے درمیان تعصب نے بھیانک شکل اختیار کرلی، ایک طرف شیعہ نے حضرت علی اور اہل بیت کے فضائل میں، اور دوسری جانب بنوامیہ کے جاہل اعوان وانصار نے حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ کے فضائل میں احادیث وضع کیں،

اور ان دونوں فریقوں نے نہ صرف ان حضرات کے فضائل میں رسول اکرم ﷺ پر افتراپردازی کی بلکہ ایک دوسرے کی تنقیص و توہین میں بھی احادیث گھڑیں، پھر یہ معاملہ یہیں تک نہیں رکا، بلکہ اس سے آگے بڑھتا چلا گیا،

اور تعصب نے مزید کئی شکلیں اختیار کرلیں، چنانچہ اسلامی عقیدے کے بعض مسائل میں اختلافات کی بناء پر جو فرقے معرض وجود میں آئے، مثلا قدریہ، مرجیہ، اور جہمیہ وغیرہ، تو انھوں نے بھی اپنے اپنے نظریات کی تائید اور اپنے مخالفین کے نظریات کی تردید کیلئے احادیث وضع کیں، اور اسی طرح جب فقہی مسائل میں اختلافات رونما ہوئے تو ہر فریق کے جہال نے وضع حدیث کا سہارا لیا،

اور اس کے علاوہ مسلمانوں میں تعصب کی چند اور شکلیں بھی پیدا ہوگئیں، مثلا لسانی تعصب، قومی تعصب، علاقائی تعصب وغیرہ. تو یہ اُس تعصب کی متعدد شکلیں تھیں جس کی بناء پر وضع حدیث کا دائرہ وسیع ہوگیا اور اس جرم کو پھیلنے کا موقعہ ملا۔

مسلکی تعصب اور وضع حدیث:

جس طرح عقیدے کے بعض مسائل میں رونما ہونے والے اختلافات کے نتیجے میں چند فرقے معرض وجود میں آئے، اور انہوں نے اپنی آراء کیلئے شدید تعصب کا مظاہرہ کیا، اسی طرح فقہی مسائل میں بھی اختلافات نمایاں ہونے کے بعد فقہی مکاتب فکر سے وابستہ بعض جاہلوں اور فاسقوں نے اپنے ائمہ کرام اور ان کی بعض فقہی آراء کے حق میں احادیث وضع کیں، اور ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے خود اس جرم کا ارتکاب کیا، اور کچھ ایسے تھے جن کیلئے بعض دوسرے لوگوں نے یہ "خدمت" سر انجام دی، اور ان میں سے بعض نے تو اس حد تک جسارت کی کہ انہوں نے اپنے قیاسوں کو رسول اکرم ﷺ کی احادیث بنا کر پیش کیا، اور ان میں سے بیشتر کا تعلق ان اہل الرائے سے تھا جو شرعی مسائل میں قیاس کو خاص طور پر اہمیت دیتے تھے۔[14]

دوسرا سبب: قصہ گوئی:

عربی زبان میں (قصة) قص سے ہے، جس کا معنی ہے: کسی چیز کے نشانات کا پیچھا کرنا، واقعہ بیان کرنا، اور اسی سے ہے: قاص، یعنی واقعہ نگار، اور قصہ کی جمع ہے، قصص، یعنی واقعات، افسانے اور کہانیاں۔[15]

محدثین کے سامنے قصاص کی جسارت:

قصاص قصہ گوئی اور وضع احادیث میں اس قدر جری ہوگئے تھے کہ مشہور و معروف محدثین کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے گریز نہ کرتے تھے، جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معین کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے الرصافہ کی ایک مسجد میں نماز ادا کی نماز کے بعد ان کے سامنے ایک قصہ گو کھڑا ہوا اور ایک جھوٹی حدیث یوں بیان کی:

"جو آدمی لاالہ الااللہ کہے، اللہ تعالی اس کے ہر کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے اور اس کا پر مرجان کا ہوتا ہے"

پھر اس نے تقریبا بیس صفحات کی ایک لمبی حدیث بیان کی، اس دوران امام احمد بن حنبل اور امام یحییٰ بن معینؒ ایک دوسرے کا منہ تکتے رہے، اور پھر دونوں نے ایک دوسرے سے پوچھا: کیا تم نے یہ حدیث روایت کی ہے؟

---

14 صبحی، ابراہیم الصالح، علوم الحدیث ومصطلحہ (دمشق: مطبعة جامعة، 1383ھ) ص 267

15 الأزهري، ابو منصور محمد بن احمد، تہذیب اللغة (مصر: الدار القومیة العربیة، 1384ھ) ج 8 ص 256

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اور دونوں نے یہ جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں نے تو یہ حدیث ابھی سنی ہے، بعد ازاں جب قصہ گو اپنے جھوٹے واقعات سے فارغ ہوا اور کچھ مال حاصل کر کے باقی لوگوں سے بھی حصول مال کے انتظار میں بیٹھا تھا، تو یحییٰ بن معین ؒ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے اپنے پاس بلایا، وہ یہ سمجھ کر ان کی طرف آیا کہ شاید وہ بھی اسے کچھ مال دینا چاہتے ہیں، تو یحییٰ بن معین ؒ نے کہا: تمہیں یہ حدیث کس نے بیان کی ہے؟ اس نے کہا: احمد بن حنبل اور یحیی بن معین ؒ نے، انہوں نے کہا: میں یحیی بن معین ؒ ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں لیکن ہم نے تو رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث کبھی نہیں سنی، اور اگر تمہیں جھوٹ ہی بولنا ہے تو ہمارے علاوہ کسی اور کے نام سے بولا کرو۔
اس نے کہا: کیا تم یحیی بن معین ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں، اس نے کہا: میں یہ سنتا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق ہے لیکن مجھے یقین نہیں آتا تھا، تاہم اب مجھے اس کا یقین ہو گیا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہیں یہ کیسے پتہ چلا کہ میں احمق ہوں؟
اس نے کہا: تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ شاید دنیا میں تمہارے علاوہ کوئی احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین نہیں؟ جبکہ میں ستر احمد بن حنبل اور یحیی بن معین سے حدیثیں لکھ چکا ہوں۔ یہ سن کر احمد بن حنبل نے اپنا چہرہ آستین میں چھپا لیا، اور یحیی بن معین سے کہا: اسے چھوڑو اور جانے دو۔ چنانچہ وہ ان دونوں کا مذاق اڑاتے ہوئے چلا گیا۔[16]

تیسرا سبب: جاہل صلحاء کی طرف سے ترغیب و ترہیب:

وضع حدیث اور اس کے انتشار کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب بعض جاہل صلحاء اور صوفیاء کی طرف سے ترغیب و ترغیب میں احادیث وضع کرنا ہے، اور یہ وہ لوگ تھے جو بظاہر انتہائی نیک اور عبادت گزار تھے، اور سلوک و عرفان کے اعلی مراتب پر فائز تصور کئے جاتے تھے، اور ان کا گمان یہ تھا کہ وہ وضع حدیث کا عمل کر کے دین اسلام کی خدمت سرانجام دیتے اور اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرتے ہیں کیونکہ اس سے لوگوں کے دلوں میں عبادات کی محبت پیدا ہوتی ہے۔
اور اس قسم کے لوگوں کا احادیث وضع کرنا انتہائی خطرناک امر تھا، کیونکہ عامۃ الناس انہیں نیک و پارسا اور انتہائی سچے انسان سمجھتے تھے، اور انہیں ان کے متعلق یہ وہم و گمان بھی نہ ہوتا کہ یہ بھی جھوٹ بول سکتے ہیں یا ان سے بھی جھوٹ واقع ہو سکتا ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کے جاہل صلحاء بھی، جو زہد و عبادت میں معروف تھے وضع حدیث اور اس کے انتشار کے اسباب میں شمار ہوتے ہیں، اور یہ لوگ اپنی ظاہری نیکی کی بناء پر زیادہ خطرناک تھے، کیونکہ اس طرح کے لوگ جب کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو عامۃ الناس اسے فوراً قبول کر لیتے تھے، اور یوں ان لوگوں کا احادیث موضوعہ کی نشر و اشاعت میں بہت بڑا کردار تھا۔

چوتھا سبب: دنیاوی اغراض و مقاصد اور ذاتی مفادات:

جہاں بعض لوگوں نے کارِ خیر اور خدمت دین تصور کرتے ہوئے احادیث وضع کیں وہاں کئی لوگوں نے محض دنیاوی اغراض و مقاصد اور ذاتی مفادات کے حصول کیلئے اس سنگین جرم کا ارتکاب کیا، اور دنیاوی اغراض و مقاصد اور ذاتی مفادات کئی قسم کے ہیں، جن کا تذکرہ ہم درج ذیل سطور میں کرتے ہیں:

حکام کا تقرب

بعض لوگوں نے حکام وقت کا تقرب اور ان کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ان کی خواہشات کے مطابق رسول اللہ ﷺ پر افتراء پردازی کی، اور من گھڑت احادیث کو آنحضور ﷺ کی طرف منسوب کیا، اور ان لوگوں کا مطمع نظر حکام کی چاپلوسی کرتے ہوئے یا تو محض مال و منال کا حصول تھا یا ان کی حکومت میں کسی منصب پر فائز ہونا تھا۔
اور جاہل صلحاء وعظ و نصیحت کے دوران ترغیب و ترہیب کے باب میں احادیث موضوعہ کی نشر و اشاعت کرتے رہے، لیکن انہیں خلفاء نے نہ منع کیا اور نہ ہی انہیں کوئی سزا دی، حالانکہ وہ اس پر قدرت رکھتے تھے جیسا کہ انہوں نے زنادقہ کا مقابلہ کیا اور انہیں کوئی سزا نہیں دی، اور اگر وہ ان وضاعین کو بھی سزائیں دیتے اور انہیں انعامات دینے کی بجائے ان کا مواخذہ کرتے تو یقیناً احادیث موضوعہ کی تعداد وہ نہ ہوتی جو آج کتب موضوعات میں موجود ہے۔[17]

سامان تجارت کی ترویج

---

[16] ابن حبان، المجروحین، ج1 ص65-66

[17] السباعی، السنۃ و مکانتھا، ص88-89

جن لوگوں نے دنیاوی اغراض و مقاصد کے حصول کیلئے احادیث وضع کیں ان میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جو صرف سامان تجارت کی ترویج اور اس کی جلد فروخت کیلئے احادیث وضع کرتے تھے، جیسا کہ محمد بن حجاج نے ہریسہ (ایک قسم کا کھانا جو گوشت اور گندم کو کوٹ کر بنایا جاتا ہے) کے فضائل میں کئی احادیث وضع کر کے انہیں رسول اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیا، مثلاً:

"مجھے حضرت جبریل نے ہریسہ کھلایا تاکہ میں قیام لیل کیلئے اس کے ذریعے اپنی پیٹھ کو مضبوط بناؤں"۔

حضرت معاذ بن جبل نے آنحضور ﷺ سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کیا آپ کے پاس کبھی جنت کا کھانا بھی لایا گیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، میرے پاس ہریسہ لایا گیا، میں نے اسے کھایا تو اس سے میری طاقت میں چالیس آدمیوں کی طاقت کا اضافہ ہو گیا۔[18]

شہرت کی خواہش

دنیاوی مقاصد میں سے ایک مقصد شہرت کا حصول تھا، چنانچہ بعض وضاعین محض اس لئے احادیث وضع کرتے تھے کہ عام لوگوں میں ان کے علم کا چرچا ہو، اور وہ ان کی توجہ کا مرکز بنے رہیں، اور اس مقصد کے حصول کیلئے ان کا "طریقہ واردات" یہ تھا کہ وہ عجیب و غریب احادیث روایت کرتے تھے جنہیں سن کر عامۃ الناس کی عقلیں دنگ رہ جاتی تھیں،

اور ان میں سے بعض وضائین ضعیف احادیث کیلئے ایسی صحیح اسانید وضع کر دیتے تھے جو لوگوں میں پہلے سے مشہور ہوتی تھیں، اور بعض وضاعین کسی صحیح حدیث کیلئے اس کی اصل سند کے علاوہ کوئی اور سند وضع کر لیتے تھے تاکہ لوگ اسے سننے کے بعد اس پر تعجب کا اظہار کریں، اور بیان کرنے والے کے علم کی گواہی دیں۔

اور ان وضاعین میں سے بعض ایسے تھے جو اُن رواۃ حدیث سے سماع کا دعوی کرتے تھے جو ان کی پیدائش سے قبل ہی وفات پا چکے ہوتے، مثلاً عبداللہ بن اسحاق الکرمانی محمد بن یعقوب سے روایت کرتا تھا، حالانکہ محمد بن یعقوب اس کی پیدائش سے نو سال پہلے فوت ہو چکے تھے [19]

تکبر اور جذبہ انتقام

بعض وضاعین ایسے تھے جنہیں صرف تکبر، احساس بڑائی اور جذبہ انتظام نے وضع حدیث پر ابھارا، خاص طور پر ان میں سے کوئی وضاع جب کسی مجلس مناظرہ میں ہوتا، یا اس کی کسی شخص سے تکرار ہوتی تو وہ اپنے موقف کو منوانے اور اپنے آپ کو اونچا اور مخالف کو نیچا دکھانے کیلئے وضع حدیث کا سہارا لیتا۔[20]

اس کے علاوہ کچھ وضاعین ایسے بھی تھے جو محض انتقام لینے کیلئے احادیث وضع کر لیتے تھے، جیسا کہ سعد بن طریف نامی ایک وضاع نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے کو روتے ہوئے دیکھا تو اس نے اس سے پوچھا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا: مجھے میرے استاد نے مارا ہے، تو سعد بن طریف نے کہا: اللہ کی قسم! میں ان استادوں کو ضرور رسوا کر کے چھوڑوں گا، پھر اس نے یہ حدیث وضع کر لی:

تمہارے بچوں کے معلمین تم میں سب سے برے لوگ ہیں، جو کہ یتیموں پر شفقت کم اور مسلمانوں پر سختی زیادہ کرتے ہیں۔[21]

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف دنیاوی اغراض و مقاصد اور ذاتی مفادات کا حصول بھی وضع حدیث کے اسباب میں سے ایک سبب تھا اور اس کا بھی وضع حدیث کے انتشار میں ایک قابل ذکر کردار تھا۔

وضع حدیث کے سد باب کیلئے عملی اقدامات:

محدثین کرام نے وضع حدیث اور وضاعین کے خلاف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ چند عملی اقدامات بھی کئے جو درج ذیل ہیں:

رواۃ حدیث کے بارے میں تحقیق اور چھان بین:

---

[18] الجوزی، الموضوعات، ج3 ص187۔189

[19] ابن عراق، تنزیہ الشریعۃ، ج1 ص15

[20] الشوکانی، الفوائد المجموعۃ، ص380

[21] ابن حبان، المجروحین، ج1 ص66

محدثین کرام نے رواۃ حدیث کے متعلق یہ فیصلہ کرنے کیلئے شدید جدوجہد کی کہ کون سچا اور کون جھوٹا ہے، اور کس کی روایت قابل قبول اور کس کی ناقابل قبول ہے، اور انہیں اس سلسلے میں کئی آزمائشوں سے بھی گزرنا پڑا۔

انہوں نے رواۃ حدیث کے بارے میں تحقیق اور چھان بین کی، ان کے زندگیوں کے حالات کا جائزہ لیا، کون کہاں پیدا ہوا، کن مشائخ سے اس نے احادیث اخذ کیں، کن کن شہروں کی طرف اس نے سفر کیا، کسی شیخ سے اس کی کب اور کہاں ملاقات ہوئی، اس کے معاصرین نے اس کے بارے میں کیا کہا، اس کے تلامذہ اور اس سے احادیث کا سماع کرنے والے لوگ کون تھے، اور وہ کب اور کہاں فوت ہوا، اور ان جیسے دیگر امور کے بارے میں محدثین نے کھوج لگائی، اور پوری امانتداری کے ساتھ ہر ایک کے بارے میں مناسب فیصلہ کیا کہ جرح و تعدیل کے اعتبار سے اس کا حکم کیا ہے، اور اس کی حدیث قابل قبول ہے یا نہیں، اس میدان میں وہ کسی سے خوف نہیں کھاتے تھے، اور بلا جھجک ضعفاء اور کذابین پر جرح کرتے تھے، اور نہ صرف خود ان کی احادیث کو رد کرتے تھے بلکہ لوگوں میں بھی انکی تشہیر کرتے ہوئے ان کی روایات سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے تھے، اور تمام محدثین کرام اور فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا، کیونکہ اس سے ان کا مقصود دین کا دفاع اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کی حفاظت کرنا تھا۔

محدثین کرام نے رواۃ حدیث کے متعلق تحقیق اور چھان بین کے دوران کذابین اور وضاعین کے بارے میں جو طرز عمل اختیار کیا وہ کچھ اس طرح سے ہے:

جن رواۃ حدیث کے بارے میں یہ ثابت ہو گیا کہ وہ آنحضور ﷺ کی احادیث مبارکہ میں جھوٹ بولتے تھے، یا وہ وضع حدیث کے جرم کا ارتکاب کرتے تھے، یا وہ لوگوں کے ساتھ گفتگو میں کذب بیانی کرتے تھے، تو ان کی روایات کو انہوں نے رد کر دیا، اور اپنے تلامذہ کو بھی انہوں نے ان کی روایات لکھنے سے منع کر دیا۔[22]

خلاصہ یہ ہے کہ کذابین کی روایات کو ترک کرنا محدثین کرام کے ان عملی اقدامات میں سے ایک تھا جو انہوں نے وضع حدیث اور وضاعین کے خلاف کئے۔

کذابین کو لوگوں کے سامنے رسوا کرنا:

محدثین کرام نے کذابین کی روایات سے خود اجتناب کرنا ہی کافی نہ سمجھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ان کی حقیقت حال سے لوگوں کو بھی آگاہ کیا، اور انہیں ہر عام و خاص کے سامنے رسوا کیا، تاکہ لوگ انہیں پہچان لیں، اور ان کی روایات سے اجتناب کریں، اس کے علاوہ خود کذابین بھی اپنی رسوائی کے خوف سے اپنے اس فعل قبیح سے باز آجائیں۔

کذابین کو سخت ملامت کرنا:

ائمہ حدیث نے کذابین کی روایات سے اجتناب اور لوگوں کو ان سے ڈرانے اور انہیں ان کے سامنے رسوا کرنے کے ساتھ ساتھ اس سنگین جرم سے انہیں روکنے کیلئے ایک اور عملی قدم یہ اٹھایا کہ انہوں نے انہیں مختلف طریقوں سے سخت ملامت کرنا شروع کروائی، اور وہ یہ ہیں۔

محدثین نے کذابین کو وعظ و نصیحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے ڈرایا، اور انہیں تقویٰ اختیار کرنے اور ہمیشہ سچ بولنے کی تلقین کی۔

بعض محدثین کرام کذابین کو سلام تک نہیں کہتے تھے، اور اگر وہ سامنے آجاتے تو اظہار ناراضگی کرتے ہوئے ان سے اس طرح پیش آتے کہ جس سے ان کی حوصلہ شکنی ہوتی۔

ائمہ حدیث کذابین کی کذب بیانی اور افتراپردازی کو لوگوں میں مشہور کرتے تھے، اور اگر ان میں سے کسی کذاب کے بارے میں کوئی شخص سفارش کرتا کہ اس کی تشہیر نہ کی جائے تو وہ اس کی سفارش کو بھی رد کر دیتے۔

بعض کذابین کو محدثین کرام ڈراتے دھمکاتے ہوئے ان سے تحریری وعدہ بھی لیتے تھے کہ وہ اس جرم کا ارتکاب دوبارہ نہیں کریں گے۔

بعض محدثین کرام کذابین کے سامنے ان کی مرویات کو پھاڑ کر ان کے منہ پر مارتے تھے، یا انہیں ان کے سامنے جلا کر راکھ کر دیتے تھے، جس سے ان کا مقصد یہ ہوتا کہ شاید یہ لوگ شرمندہ ہوں اور اپنے اس فعل سے باز آجائیں۔

بعض ائمہ حدیث اپنے علاقے کے گورنر یا قاضی سے کذابین اور وضاعین کے خلاف مدد طلب کرتے تھے تاکہ سرکاری طور پر اس جرم کی بیخ کنی ہو۔

---

[22] السیوطی، جلال الدین، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، تحذیر الخواص من اکاذیب القصاص (بیروت: المکتب اسلامی، 1392ھ) ص 111

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اگر کذابین میں سے کوئی شخص مریض ہوتا تو محدثین کرام اس کی عیادت کیلئے نہیں جاتے تھے، اور اگر وہ مر جاتا تو اس کی نماز جنازہ اور تدفین میں شریک نہ ہوتے، تاکہ انہیں اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو ان کے اس جرم کی سنگینی کا احساس ہو ۔

تادیب وملامت کے مذکورہ اسالیب کے علاوہ محدثین کرام کذابین کو ان کے حال کے مطابق مختلف القاب سے بھی نوازتے تھے، جس سے ان کا مقصد رسول اکرم ﷺ پر ان کی افتراپردازی کا انکار کرنا اور انہیں اس پر برا بھلا کہنا ہوتا تھا۔[23]

کذابین کے متعلق کتب تالیف کرنا:

رواۃ حدیث کے بارے میں چھان بین اور تحقیق کے دوران جو طرز عمل محدثین کرام نے اختیار کیا، اور جس سے ان کا مقصد وفع حدیث کے خلاف عملی اقدامات کرنا تھا، وہ بظاہر اس فتنے کا ایک عارضی اور وقتی علاج تھا، اور اس کے اثرات وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مٹ بھی سکتے تھے، اور چونکہ احادیث نبویہ کو قیامت تک باقی رہنا تھا، اس لئے محمدثین کرام اور علمائے جرح وتعدیل نے اس فتنے کا مستقل علاج یہ سوچا کہ وضاعین اور ضعفاء کے احوال کے بارے میں ان کی جدوجہد کو کتب میں محفوظ کر دیا جائے، تاکہ اُن کے بعد آنے والے تمام مسلمان کذابین کی کذب بیانی اور رسول اللہ ﷺ پر ان کی افتراپردازی سے واقف ہو جائیں، اور رہتی دنیا تک لوگ ان کی گھڑی ہوئی جھوٹی احادیث سے آگاہ رہیں، اور یقینی طور پر یہ ایک بہت بڑا کارنامہ تھا جس کی نظیر تاریخ اسلام میں نہیں ملتی۔

اقسام حدیث اور ان کے اصول وضوابط:

جس دور میں محدثین کرام نے رواۃ حدیث کی تحقیق اور چھان بین کی، اُس دور میں اللہ تعالی نے بعض ائمہ حدیث کو تدوین حدیث کی بھی توفیق دی، چنانچہ انہوں نے احادیث نبویہ کو مستقل کتب میں جمع کیا، اور ان کی جہود ومساعی کے نتیجے میں متعدد کتب حدیث سامنے آئیں، اور جب یہ محدثین رواۃ حدیث کے متعلق جرح وتعدیل کے اعتبار سے تحقیق کر رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ احادیث نبویہ کو مدون بھی کیا جا رہا تھا، تو ان کی انہی کوششوں کے دوران حدیث کی متعدد اقسام کو پہچاننے، اور صحت وضعف کے اعتبار سے ان میں سے ہر ایک کا حکم متعین کرنے کے اصول وضوابط بھی مرتب ہونا شروع ہو گئے تھے، جنہیں بعد میں "علم المصطلح" کا نام دیا گیا، اور جس کی تعریف یوں کی گئی ہے: "علم بأصول وقواعد يعرف بها أحوال السند والمتن من حيث القبول والرد"[24]

"یہ علم ان اصول وضوابط کا نام ہے جن کے ذریعے قبول اور عدم قبول کے اعتبار سے سند ومتن کے احوال معلوم کئے جاتے ہیں"۔

یعنی یہ وہ اصول وضوابط ہیں جن کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ کونسی سند صحیح اور کونسی ضعیف ہے، اور کونسا متن علل سے محفوظ اور کونسا معلل ہے، گویا ان اصولوں کا تعلق سند ومتن دونوں کے ساتھ ہے۔ تو ائمہ حدیث نے وضع حدیث کے خلاف جو عملی اقدامات کئے، ان میں سے ایک علم المصطلح'' کے قواعد وضوابط وضع کرنا تھا۔

احادیث موضوعہ کے متعلق مستقل تصنیفات:

محدثین کرام نے وضع حدیث کے خلاف عملی اقدامات کرتے ہوئے نہ صرف رواۃ حدیث کی تحقیق اور چھان بین کی، اور نہ صرف مصطلح الحدیث کے قواعد وضوابط مرتب کئے، اور نہ صرف علامات وضع کی تحدید کی، بلکہ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے احادیث موضوعہ کو مستقل کتب میں بھی جمع کر دیا، تاکہ عامۃ الناس، جن کے ہاں جرح وتعدیل کے قواعد مصطلح الحدیث کے ضوابط، اور علامات وضع کی معرفت حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی، وہ ان کتب میں جمع کی گئی احادیث موضوعہ کو پڑھ کر انہیں پہچان لیں، اور پھر خود بھی ان سے بچیں اور جو لوگ علم کی نعمت سے محروم ہیں، انہیں بھی ان کے متعلق آگاہ کریں اور ان پر عمل کرنے سے انہیں ڈرائیں۔

احادیث موضوعہ کو جمع کرنے کا عمل دو مراحل سے گذرا، پہلے مرحلے میں ان احادیث کو ضعفاء اور کذابین کے تراجم میں اور اسی طرح کتب العلل میں ضمناً ذکر کیا گیا۔

درودِ پاک سے متعلق احادیث کو موضوع قرار دینے میں مسلکی رجحانات

درود پاک سے چونکہ ہر اہل ایمان بہت زیادہ محبت کرتا ہے تو اہل ایمان کی درود پاک سے اس بے مثال محبت کو دیکھتے ہوئے روایات گھڑنے والوں نے اس عنوان پر بھی بہت کچھ گھڑا اور درود پاک کی فضیلت میں زمین وآسمان کے قلابے ملا دیے۔ اللہ رب العزت کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے محدثین پر جنہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی زبانِ

---

[23] عمر حسن فلاتہ، الوضع فی الحدیث (دمشق: مکتبہ الغزالی، 1401ھ) ج3 ص358

[24] الطحان، دکتور محمود، تیسیر مصطلح الحدیث (الریاض: مکتبہ المعارف، 1417ھ) ص15

JAHAN E TAHQEEQ
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اقدس سے ثابت ایک ایک جملہ کی حفاظت فرمائی اور وضع حدیث کے آگے ان کے قلم نے دیوار سکندری کا کردار ادا کیا، انہی محدثین کے علمی فیضان سے کوشش کی گئی ہے کہ درود پاک کی فضیلت میں وارد شدہ روایات کی فنی حیثیت ہر بندہ مؤمن کو معلوم ہو جائے، اور موضوع، من گھڑت اور بے اصل روایات سے نہ صرف اپنے آپ کو بچا سکے بلکہ کوئی اگر اس کے سامنے موضوع روایت بیان کرے تو اس کی بھی اصلاح کر کے اسے جہنم کا ایندھن بننے سے روک سکے۔

روایت:

فضیلت درود پاک میں حضرت سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک مشہور روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ آپ پر درود پڑھنے کے لیے کتنا وقت مقرر کر لوں ؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جتنا تم چاہو، پھر انہوں نے چوتھائی وقت کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ ارشاد فرمایا: جتنا چاہو اور اگر اس سے زیادہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے، پھر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقت بڑھاتے گئے یہاں تک یہ کہہ دیا "أَجْعَلُ لَكَ صَلَاتِي كُلَّهَا " میں (نفلی ذکر واذکار کا) سارا وقت آپ ﷺ پر درود کے لیے وقف کر دوں گا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : "إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ" تب تو یہ درود تمہارے سب غموں کے لیے کافی ہو گا اور اس سے تمہارے گناہ بخش دیے جائیں گے۔[25]

اس حدیث مبارک کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا، امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا اور پھر ذہبی نے امام حاکم کی موافقت بھی فرمائی، علامہ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا، علامہ ہیثمی نے اس کی سند کو جید لکھا۔

لیکن حافظ زبیر علی زئی نے ان کبار محدثین کی تحکیم کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے فضائل درود و سلام ص 56 میں اس حدیث پر ضعف کا حکم لگا دیا، اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے یہ لکھا کہ

"یہ سند دو وجہ سے ضعیف ہے"

اول: عبداللہ بن محمد بن عقیل قول راجح میں جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔

دوم: سفیان ثوری قول راجح میں طبقہ ثالثہ کے مدلس تھے اور یہ روایت عن سے ہے۔"[26]

جبکہ دوسری طرف یہی حافظ زبیر علی زئی ابن ماجہ کی ایک روایت پر حسن کا حکم لگاتے ہیں جس کی سند میں مذکورہ دونوں وجوہ موجود ہیں۔ سند ملاحظہ فرمائیں

"حدثنا محمد بن يحيى، حدثنا عبد الرزاق، أخبرنا سفيان الثوري ، عن عبد الله بن محمد بن عقيل، عن أبي سلمة عن عائشة"[27]

اس سند میں عبداللہ بن محمد بن عقیل بھی ہے اور سفیان ثوری کا عنعنہ بھی ہے۔ یعنی حافظ زبیر علی زئی کی بیان کردہ دونوں وجوہ ضعف ایک ہی سند میں ہیں، لیکن اس کے باوجود حافظ زبیر علی زئی نے سنن ابن ماجہ کی اس سند کو دو ٹوک انداز میں حسن کہا ہے۔ جب کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کو انہی دو علتوں کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حضرات تعصب کی وجہ سے حدیث کو ضعیف یا موضوع قرار دے دیتے ہیں در حقیقت حدیث صحیح ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔

متفرق موضوع روایات سے متعلق احادیث کو موضوع قرار دینے میں مسلکی رجحانات

روایت:1

"جس نے سب سے پہلے رمضان المبارک کی یا ربیع الاول کی آمد کی اطلاع دی، اس کو جہنم سے آزاد کر دیا جاتا ہے"

---

[25] الترمذی، ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، م 279ھ، جامع الترمذي (بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1408ھ) حدیث 2457 وقال الترمذی ھذا حدیث حسن؛ فتح الباري: ج 11 ص 168، وقال ابن حجر: سندہ حسن

[26] فضائل درود و سلام: ص 56

[27] القزوینی، یزید بن ماجہ، م 273ھ، سنن ابن ماجہ (الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، 1430ھ) باب أضاحی رسول اللہ ﷺ، حدیث: 3122

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

ہمارے ہاں رمضان المبارک اور ربیع الاول کی آمد سے قبل یہ من گھڑت حدیث سوشل میڈیا پر پھیلائی جاتی ہے اس طرح کی حدیث کسی بھی صحیح بلکہ ضعیف اور موضوع احادیث پر لکھی گئی کتب میں بھی نہیں ملتی۔ بعض نام نہاد لوگوں کی طرف سے یہ پھیلائی جاتی ہیں اس لیے اس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا درست نہیں ہے۔ پس اس طرح کے پیغامات دوسروں کو نہیں بھیجنے چاہئیں۔[28]

روایت:2

"ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان نہیں دی تھی، تو سورج ہی نہیں نکلا"

اسی طرح یہ روایت بھی بعض قصہ گو واعظ سناتے ہیں: "حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں لکنت تھی اور وہ "ش" کا تلفظ "س" سے کرتے تھے؛ چنانچہ بعض لوگوں کی شکایت پر نبی کریم ﷺ نے بلال کو اذان سے منع کر دیا تو اُس دن صبحِ صادق طلوع نہ ہوئی۔ صحابہ کرام پریشان ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ کے نزدیک بلال کا "س" بھی "ش" ہے، جب تک بلال اذان نہ دیں، صبح نہیں ہو سکتی"۔

یہ روایت بھی موضوع اور من گھرٹ ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اس کی بابت حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارحِ بخاری لکھتے ہیں: "تمام محدثین کا اس بات پر اتفاق ہے: یہ روایت موضوع، من گھڑت اور بالکلیہ جھوٹ ہے"[29]

مقررین نے اُن کی زبان میں تتلا پن بتایا ہے، وہ بھی غلط ہے، اُن کی آواز انتہائی شیریں، بلند اور دلکش تھی۔

روایت:3

" إن بلالا كان يبدل الشين في الأذان سينا"

"بے شک بلال اپنی اذان میں شین کو سین میں تبدیل کر دیتے تھے"۔

اس کے بارے میں ملا علی قاری کہتے ہیں :

یہ ایک بے بنیاد حدیث ہے، امام مزی کا کہنا ہے کہ یہ عوام الناس کی زبانی مشہور ہے لیکن ہمیں یہ کتب حدیث میں نظر نہیں آئی۔

ابن طاہر الہندی اور العامری کہتے ہیں :(قال ابن كثير : لا أصل له)[30]

روایت:4

حضرت ابو الدرداء بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن الخطاب ملک شام میں آئے، تو حضرت بلال نے ان سے گزارش کی کہ انہیں شام میں رہنے کی اجازت دی جائے، تو انہوں نے انہیں اجازت دے دی، چنانچہ انہوں نے وہیں رہائش اختیار کر لی، پھر انہوں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا جو ان سے کہہ رہے تھے: بلال! یہ کیسی بے وفائی ہے! بلال! کیا اب بھی میری زیارت کیلئے آنے کا وقت نہیں آیا؟ اس کے بعد وہ غم اور خوف کی حالت میں بیدار ہو گئے، پھر اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے، سیدھے آنحضور ﷺ کی قبر پر آئے اور رونا شروع کر دیا، اور بار بار اپنا چہرہ قبر مبارک کی مٹی میں خاک آلود کرتے رہے،

اس دوران حضرت حسن اور حضرت حسین آئے تو انہوں نے انہیں اپنے سینے سے لگایا اور انہیں پیار کرنے لگے، چنانچہ ان دونوں نے کہا: بلال! ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہمیں وہ اذان سناؤ جو تم نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں سنایا کرتے تھے، وہ مسجد کی چھت پر چڑھ گئے، اور اسی جگہ پر کھڑے ہو کر اذان شروع کی جس جگہ پر کھڑے ہو کر وہ رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں اذان کہا کرتے تھے، جب انہوں نے الله أكبر ، الله اكبر کہا تو مدینہ کانپ اٹھا، اور جب انہوں نے أشهد أن لا إله إلا الله کہا تو اس میں شور و غل زیادہ ہو گیا، اور جب انہوں نے اشهد ان محمدا رسول الله کہا تو نوجوان لڑکیاں اپنے پردوں سے باہر نکل آئیں اور لوگوں نے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ دوبارہ مبعوث ہو گئے ہیں؟ اور جس قدر رونے کی آوازیں اُس دن سنی گئیں، اتنی کبھی نہیں سنی گئیں۔

---

[28] المنیب، مفتی منیب الرحمٰن، رطب و یابس، حصہ اول، روزنامہ دنیا 29 ستمبر 2022

[29] امجدی، مفتی محمد شریف الحق، فتاویٰ شارح بخاری (مئو: دائرۃ البرکات، گھوسی 2012ء) ج2 ص38

[30] القاری، الأسرار المرفوعۃ، ص138

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اس قصہ کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں: (قصة بينة الوضع) یعنی یہ واضح طور پر من گھڑت قصہ ہے، اور محمد بن طاہر الہندی اور شوکانی کہتے ہیں: (لا أصل له) اس کے علاوہ ابن عراق نے بھی اسے موضوعات میں شمار کیا ہے۔[31]

روایت:5

واقعۂ معراج کی بابت بہت سے لوگوں نے مختلف حدیثیں گھڑ رکھی ہیں؛ چنانچہ بہت سے مقررین بڑے ترنگ اور جوش کے ساتھ یہ روایت بیان کرتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ نے جب شبِ معراج عرشِ الٰہی کی طرف عروج فرمانے کا ارادہ فرمایا تو دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو "وادیِ طُویٰ" میں نعلین اُتارنے کا حکم دیا تھا، سو اس فرمانِ الٰہی کے پیشِ نظر آپ ﷺ نے بھی اپنے نعلین اُتارنے چاہے۔ آواز آئی: اے محمد! اپنے نعلین نہ اُتارو، نعلین سمیت ہی آئو تاکہ آپ کے نعلین کی برکت سے عرش اعظم کو فضیلت حاصل ہو جائے"

اس روایت کو بھی محدثین نے سراسر من گھڑت اور بے اصل قرار دیا ہے۔ علامہ عبدالحیی لکھنوی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس قصے کا تذکرہ اکثر نعت گو شعراء نے کیا ہے اور اسے اپنی تالیفات میں درج کیا ہے اور ہمارے زمانے کے اکثر واعظین اسے طوالت واختصار کے ساتھ اپنی مجالسِ وعظ میں بیان کرتے ہیں، جبکہ شیخ احمد المُقّری نے اپنی کتاب "فَتْحُ الْمُتَعَال فِيْ مَدْحِ النِّعَال" میں اور علامہ رضی الدین قزوینی اور محمد بن عبدالباقی زرقانی نے "شَرْحُ مَوَاہِبِ اللَّدُنْيَہ" میں نہایت صراحت سے وضاحت کی ہے کہ یہ قصہ مکمل طور پر موضوع ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے گھڑنے والے کو برباد کرے۔ معراج شریف کی کثیر روایات میں سے کسی ایک سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ اس وقت پاپوش پہنے ہوئے تھے۔

بعض محدثین فرماتے ہیں: "جس شخص نے یہ روایت گھڑی ہے کہ آپ ﷺ نعلین سمیت عرش پر چڑھے، خدا اس کو غارت کرے کہ اس نے شدید بے حیائی کا مظاہرہ کیا ہے اور موٴدّبین کے سردار اور عارفین کے پیشوا کے بارے میں ایسی جسارت کی ہے"[32]

علامہ لکھنوی نے اس حوالے سے اپنے رسالے "غَايَۃُ الْمَقَال فِيْمَا يَتَعَلَّقُ بِالنِعَال" میں بھی کلام فرمایا ہے۔

امام اہلسنّت سے سوال ہوا: "حضور اقدس ﷺ کا شبِ معراج عرشِ الٰہی پر نعلین مبارک سمیت تشریف لے جانا صحیح ہے یا نہیں؟"

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا: "یہ محض جھوٹ اور موضوع ہے۔

شارحِ بخاری علامہ شریف الحق امجدی لکھتے ہیں: "اس روایت کے جھوٹ اور موضوع ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ روایت مذکور نہیں ہے، جو صاحب یہ بیان کرتے ہیں کہ نعلین پاک پہنے عرش پر گئے، ان سے پوچھئے کہ کہاں لکھا ہے"[33]

روایت:6

حضرت اویس قرنیؒ کے بارے میں بعض روایات میں ہے:

"جب انہوں نے غزوۂ اُحد میں حضور ﷺ کے دندانِ مبارک کے ٹوٹنے کا سنا تو فرطِ عشق میں اپنے سارے دانت توڑ دیے کہ نہ جانے آپ ﷺ کے کون سے دندانِ مبارک شہید ہوئے ہیں، ایک جگہ تو یہ بھی پڑھنے کو ملا: "ان کے ٹوٹے ہوئے دانت پھر صحیح سالم نکل آئے انہوں نے پھر توڑے اور ایسا سات بار ہوا، پھر چونکہ وہ ٹھوس غذا نہیں چبا سکتے تھے،

[31] ابن حجر، اللسان، ج1ص107-108؛ ابن عراق، تنزیہ الشریعہ، ج2ص118

[32] القاری، الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص92-93

[33] امجدی، مفتی محمد شریف الحق، فتاویٰ شارح بخاری، ج1ص307

ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617
Vol.7 No.3, 2024

اس لیے اُن کی خاطر قدرت نے کیلے کا پودا پیدا فرمایا"۔ خوفِ خدا سے عاری نعت خواں ایسے اشعار پڑھ کر نذرانے سمیٹتے ہیں، یہ روایت کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے اور نہ ہی یہ عشقِ مصطفی ﷺ کا وہ معیار ہے، جو شریعت کو مطلوب ہے۔ اگر محبتِ مصطفی ﷺ کا معیار یہی ہوتا تو صحابہ کرام جو محبتِ رسول میں اپنی جانیں نچھاور کر رہے تھے، ضرور مشابہتِ رسول کی خاطر اپنے دانتوں کو توڑ دیتے، لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پس وہی قرینہ عشقِ رسول پسندیدہ اور معتبر ہے، جو شریعت کے اصولوں کے مطابق ہو، جبکہ شریعت کی رو سے اپنی جان یا کسی عضو کو تلف کرنا جائز نہیں ہے۔[34]

روایت:7

نبی پاک ﷺ کا جبریل امین سے عمر کے بارے میں سوال:

"رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ جبریلِ امین سے پوچھا: تمہاری عمر کتنی ہے، اُنہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی عمر کا صحیح اندازہ تو نہیں ہے؛ البتہ مجھے اتنا یاد ہے کہ اس کائنات کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے چوتھے پردے میں ایک ستارہ چمکا کرتا تھا، وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ چمکتا تھا اور میں نے اُسے بہتّر ہزار مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے جبریل! مجھے اپنے رب کی عظمت کی قسم! وہ ستارہ میں ہی ہوں"۔

بعض واعظین اس حدیث کو محافل میں بیان کرتے ہیں، حالانکہ اس روایت کے متن وسند کا حدیث کی کسی کتاب حتیٰ کہ ضعیف اور موضوع روایات پر مشتمل کتابوں میں بھی ذکر نہیں ہے۔

اس کا ذکر گیارہویں صدی ہجری کے سیرت نگار علامہ نورالدین حلبی کی کتاب "اِنْسَانُ الْعُیُوْن فِیْ سِیْرَۃِ الْاَمِیْنِ الْمَامُوْن" میں ملتا ہے، انہوں نے اس روایت کو "التَّشْرِیْفَات فِی الْخَصَائِصِ وْالْمعجزات" نامی کتاب کے حوالے سے ذکر کیا اور لکھا:

"مجھے اِس کے مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا" (ج:1، ص:47)، یعنی اس کتاب کے مصنف نامعلوم شخص ہیں، نیز اصل مآخذ میں بھی یہ حدیث کہیں نہیں پائی جاتی، لہٰذا اس حدیث کو بیان کرنے سے اجتناب ضروری ہے۔[35]

خلاصہ

حدیث موضوع حدیث ضعیف کی اقسام میں سب سے گھٹیا اور سب سے بری قسم ہے۔ "موضوع" اگرچہ بناوٹی اور من گھڑت روایت کو کہتے ہیں، تاہم اسے "حدیث" کہنے کی متعدد وجوہات ہیں۔ حدیث موضوع کے تین درجات و مراتب ہیں۔

- سب سے پہلا مرتبہ اس موضوع کا ہے جس کے جھوٹا ہونے پر تمام محدثین کا اتفاق ہو۔
- دوسرا اس موضوع کا ہے جس کے محدثین کی اکثریت نے جھوٹا قرار دیا ہو۔
- اور تیسرا اس کا ہے جس کو بعض محدثین نے من گھڑت کہا ہو۔

اور مراتب کی یہ ترتیب دراصل محدثین کے عدل وانصاف کا پتہ دیتی ہے جو انہوں نے راوی کے مرتبہ کے مطابق متعین کی۔

وضع حدیث کے اسباب دو قسم کے ہیں: وضع حدیث کے ظہور کے اسباب، اور وہ دو ہیں: دین اسلام سے بغض اور عداوت، سیاسی اور مذہبی اختلافات۔ وضع حدیث کے رواج پذیر ہونے کے اسباب، اور دو چار ہیں: تعصب، قصہ گوئی، ترغیب وترہیب اور دنیاوی اغراض ومقاصد۔

وضع حدیث میں جس گروہ نے سب سے بھیانک کردار ادا کیا وہ ہے روافض اور شیعہ کا گروہ ہے، جس کے بارے میں تمام علماء متفق ہیں کہ جھوٹ بولنے اور احادیث گھڑنے میں ان کا کوئی ثانی نہیں، اور اس کا اعتراف خود شیعہ علماء بھی کرتے ہیں، مثلاً ابن ابی الحدید وغیرہ شیعہ نے وضع حدیث میں دو اسالیب اختیار کئے۔ ایک اپنے نظریات باطلہ کی تائید میں احادیث وضع کرنا۔ دوسرا مخالفین کی تنقیص وتوہین میں احادیث وضع کرنا۔ وضع حدیث میں جہاں شیعوں کا بہت بڑا کردار تھا وہاں جاہل اہل سنت اور بنوامیہ کے نادان اعوان و

---

34 المنیب، مفتی منیب الرحمٰن، رطب ویابس، حصہ دوم، روزنامہ دنیا 1 اکتوبر 2022

35 المنیب، مفتی منیب الرحمٰن، رطب ویابس، حصہ سوم، روزنامہ دنیا 27 اکتوبر 2022

انصار بھی ان کے اس جرم میں شریک ہو گئے۔ جو اسباب و عوامل وضع حدیث کے رواج پذیر ہونے میں مددگار ثابت ہوئے ان میں سر فہرست تعصب ہے، جو امت میں سیاسی و مذہبی اختلافات رونما ہونے کے بعد بھیانک شکل میں سامنے آیا، چنانچہ ایک طرف شیعہ اور بنوامیہ نے اپنے اپنے ائمہ اور نظریات کیلئے تعصب کا مظاہرہ کیا، دوسری طرف بعض جہال نے لسانی، قومی اور علاقائی تعصب کا اظہار کیا، اور اسی بناء پر انہوں نے حضور ﷺ پر افتراپردازی کی اور یوں معاشرے میں وضع حدیث جیسا سنگین جرم مروج ہوا۔ متعصبین کے علاوہ قصہ گو لوگوں کی جھوٹی قصہ گوئی، جاہل صلحاء کی طرف سے ترغیب و ترہیب اور ذاتی مفادات اور دنیاوی اغراض و مقاصد نے بھی وضع حدیث کے انتشار میں اہم کردار ادا کیا۔

جیسا کہ آرٹیکل میں بیان کیا گیا ہے کچھ مسالک کے لوگ صرف تعصب کی وجہ سے صحیح حدیث کو بھی موضوع قرار دے دیتے ہیں حالانکہ حدیث بلکل صحیح ہوتی ہے۔ الامان والحفیظ۔